نظر ثانی شدہ سوم ایڈیشن : ربیع الاوّل 1442ھ / اکتوبر 2020
ماہِ ربیعُ الاوّل
حقیقت، فضیلت، اعمال اور بدعات
مفتی مبین الرحمٰن صاحب مدظلہ
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

نظرِ ثانی واضافہ شدہ سوم ایڈیشن: ربیع الاوّل 1442ھ/اکتوبر 2020

ماہِ ربیعُ الاوّل سے متعلق دینی تعلیمات اور مروّجہ تصوّرات کی حقیقت جاننے کے لیے ایک عام فہم رسالہ

ماہِ رَبیعُ الاَوّل

حقیقت، فضیلت، اَعمال اور بدعات

مؤلِّف

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اِجمالی فہرست

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور کرم سے دو سال قبل ماہ ربیع الاوّل میں بندہ نے ''ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا تھا، پھر گذشتہ سال اس میں ترمیم واضافہ کرکے عام کیا گیا، اس دوم ایڈیشن میں نام تبدیل کرکے ''ماہِ ربیع الاوّل: حقیقت، فضیلت، اعمال اور بدعات'' رکھا گیا۔ اب اس سال مزید اضافہ و نظرِ ثانی کے بعد سوم ایڈیشن عام کی جارہی ہے۔

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرماکر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

مبین الرحمٰن
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
ربیع الاوّل 1442ھ/ اکتوبر 2020
03362579499

ماہِ ربیع الاوّل کے آغاز کی خوشخبری دینے سے متعلق ایک منگھڑت حدیث

عوام میں یہ حدیث مشہور ہے کہ:

”جو شخص کسی دوسرے کو ماہِ ربیع الاوّل کی آمد کی خوشخبری سب سے پہلے دے گا (یا خوشخبری دے گا) تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔“

تبصرہ:

یہ حدیث ہر گز نہیں بلکہ ایک منگھڑت بات ہے۔ اس لیے اس کو حدیث سمجھنا یا اس کو آگے پھیلانا ہر گز جائز نہیں بلکہ یہ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے زُمرے میں آتا ہے جس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

ایسی منگھڑت روایات پھیلانے والے خطیبوں اور واعظوں سمیت تمام مسلمانوں کے لیے حضور ﷺ کی یہ دو احادیث کافی ہیں:

- صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ:

١١٠- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «...وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔“

- صحیح مسلم میں ہے:

٢ - عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رضى الله عنه يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ».

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ”مجھ پر جھوٹ نہ بولو، چنانچہ جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔“

ان وعیدوں کے بعد کوئی بھی مسلمان منگھڑت اور بے بنیاد روایات پھیلانے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

ماہِ ربیعُ الاَوّل

حقیقت، فضیلت اور اَعمال

ربیع الاوّل کی حقیقت اور مفہوم:

ماہِ ربیع الاول اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے، ”ربیع“ در حقیقت عربی میں موسمِ بہار کو کہا جاتا ہے، اور اوّل کے معنی ہیں: پہلا، تو ربیع الاول کے معنی ہوئے: پہلا موسمِ بہار۔

موسمِ بہار دو زمانوں پر مشتمل ہوتا ہے: ایک تو اس کا ابتدائی زمانہ جس میں کلیاں اور پھول کھلتے ہیں، اور دوسرا وہ زمانہ جب پھل پک جاتے ہیں، پہلے زمانے کو ربیع الاوّل یعنی پہلا موسمِ بہار، جبکہ دوسرے زمانے کو ربیع الثانی یعنی دوسرا موسمِ بہار کہا جاتا ہے۔

یہ دونوں اسلامی مہینے ہیں، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جب ان مہینوں کے یہ نام رکھے جارہے تھے تو اس وقت بہار کے یہی موسم تھے، اور اب چوں کہ نام رکھ دیے گئے ہیں اس لیے یہ مہینے چاہے موسمِ بہار میں آئیں یا اس کے علاوہ کسی اور موسم میں؛ ان کے یہی نام ہوں گے۔
(ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

- چنانچہ لغت کی مشہور کتاب ”القاموس المحیط“ میں ہے:

والربيع ربيعان: ربيع الشهور، وربيع الأزمنة، فربيع الشهور: شهران بعد صفر، ولا يقال إلا: شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر، وأما ربيع الأزمنة فربيعان: الربيع الأول الذي يأتي فيه النور والكمأة والربيع الثاني الذي تدرك فيه الثمار، أو هو الربيع الأول. (باب العين فصل الراء)

- اسی طرح ”مختار الصحاح“ میں ہے:

والرَّبِيعُ عند العرب ربيعان: ربيع الشهور وربيع الأزمنة، فربيع الشهور شهران بعد صفر، ولا يقال فيه إلا شهر ربيع الأول وشهر ربيع الآخر، وأما ربيع الأزمنة فربيعان: الربيع الأول وهو الذي تأتي فيه الكمأة والنور وهو ربيع الكلأ، والربيع الثاني وهو الذي تُدرك فيه الثمار، وفي الناس من يُسميه الربيع الأول، وسمعت أبا الغوث يقول: العرب تجعل السنة ستة أزمنة شهران منها الربيع الأول وشهران صيف وشهران قيظ وشهران الربيع الثاني وشهران خريف وشهران شتاء. (باب الراء)

ماہِ ربیع الاوّل کی فضیلت:

ماہِ ربیع الاوّل کو یہ عظیم الشان شرف حاصل ہے کہ اس میں سرورِ دو عالَم خاتَمُ الانبیاء حضور ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے اور اس طرح دنیا کو حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ عالیہ کا نور میسر آیا، یہ انسانی تاریخ کا عظیم الشان پُر مسرّت واقعہ ہے، یقینًا یہ شرف اور مقام کسی اور مہینے کو حاصل نہیں، اس لیے اس حیثیت سے ماہِ ربیع الاوّل کو سال بھر کے تمام مہینوں پر فضیلت و فوقیت حاصل ہے، اس ماہِ مبارک کے لیے یہی عظیم الشان فضیلت و مقام کافی ہے۔ البتہ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اس مہینے سے متعلق کوئی اور اضافی فضیلت قرآن وسنت سے کہیں ثابت نہیں۔

ماہِ ربیع الاوّل کے اَعمال:

قرآن وسنت کی روشنی میں اس ماہِ مبارک سے متعلق مخصوص اَعمال کا کوئی ثبوت نہیں، اس لیے اس ماہ سے متعلق اپنی جانب سے اعمال وعبادات بیان کرنا شریعت میں زیادتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ البتہ اس مہینے میں چوں کہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک آمد ہوئی ہے اس لیے اس حیثیت سے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس مہینے کا ایک خاص تعلق ہے، اس لیے اس مہینے کی عظمت اور احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس ماہ میں حضور ﷺ کی محبت میں گناہوں سے بچنے، عبادات کا اہتمام کرنے، سنت اپنانے اور بدعات سے اجتناب کرنے کا اہتمام بھی بخوبی کیا جانا چاہیے اور آئندہ کے لیے بھی پختہ عزم کرلینا چاہیے کہ اپنی زندگی حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بسر کرنی ہے، یہی حضور اقدس ﷺ کی آمد مبارک کا مقصد ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ وِلادت باسَعادت کی مفصَّل تحقیق

فہرست:

حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی وِلادت مبارکہ کا سال:

حضور اقدس حبیبِ خدا خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت بابرکات عامُ الفِیل میں ہوئی۔ عام الفیل سے مراد وہ سال ہے جس سال اَبرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبے پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے کمزور پرندوں کے ذریعے ان کو نیست ونابود کیا تھا، جس کا ذکر سورۃُ الفیل میں ہے۔

- مستدرک حاکم میں ہے:

4180: عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ولد النبي ﷺ عام الفيل.

- المعجم الكبير میں ہے:

12432: عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ولد رسول الله ﷺ عام الفيل.

- امام بیہقی رحمہ اللہ نے ''دلائل النُّبوَّۃ'' میں اس بات پر اہلِ علم کا اتفاق نقل فرمایا ہے:

وَالَّذِي لَا يَشُكُّ فِيهِ أَحَدٌ مِنْ عُلَمَائِنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وُلِدَ عَامَ الْفِيلِ، وَبُعِثَ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً مِنَ الْفِيلِ. (باب العام الذي ولد فيه رسول الله ﷺ)

حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی وِلادت باسعادت کا مہینہ:

ماہِ ربیع الاوّل کو یہ عظیم الشان شرف حاصل ہے کہ اس میں حبیبِ خدا خاتَمُ الانبیاء فخرِ موجودات حضور اقدس ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، یقیناً یہ شرف اور مقام کسی اور مہینے کو حاصل نہیں، اس لیے اس حیثیت سے ماہِ ربیع الاوّل کو سال بھر کے تمام مہینوں پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے ''التمہید'' میں اس بات پر اتفاق نقل فرمایا ہے:

وَلَا خِلَافَ أَنَّهُ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِمَكَّةَ فِي رَبِيع الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ، وَأَنَّ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ أَوَّلُ يَوْمٍ أَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فِيهِ.

حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مبارک ولادت بروزِ پیر ہوئی، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”پیر کے روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھے نبوت عطا کی گئی (یا: پیر کے روز مجھ پر وحی نازل کی گئی)۔“

وَسُئِلَ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ، قَالَ ﷺ: «ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ».
(صحیح مسلم کتاب الصیام حدیث:2804)

اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔

خلاصہ: تین مُتَّفَق عَلَیہ باتیں:

اس تفصیل سے تین باتیں معلوم ہوئیں جن پر امت کے اکابر اہلِ علم کا اتفاق ہے:

1: حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت عامُ الفِیل میں ہوئی۔

2: حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت ماہِ ربیعُ الاوّل میں ہوئی۔

3: حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے روز ہوئی۔

مذکورہ بالا تین باتوں پر جمہور کا اتفاق اور اجماع ہے جیسا کہ:

- حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ ”مرقاۃ المفاتیح“ میں فرماتے ہیں:

وُلِدَ عَامَ الْفِيلِ عَلَى الصَّحِيحِ الْمَشْهُورِ، وَادَّعَى الْقَاضِي عِيَاضٌ الْإِجْمَاعَ عَلَيْهِ، وَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهُ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ فِي شَهْرِ رَبِيعٍ الْأَوَّلِ. (بَابُ الْمَبْعَثِ وَبَدْءِ الْوَحْيِ)

- امام ابن عبد البر رحمہ اللہ ”التمہید“ میں فرماتے ہیں:

وَلَا خِلَافَ أَنَّهُ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِمَكَّةَ فِي رَبِيعٍ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ، وَأَنَّ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ أَوَّلُ يَوْمٍ أَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فِيهِ.

- علامہ قاضی شوکانی رحمہ اللہ ’’تحفۃُ الاَحوَذِی‘‘ میں فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي «التَّلْقِيحِ»: اِتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ فِي شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ. (بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ ﷺ)

حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی تاریخِ ولادت بابرکات:

حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی وِلادت مبارکہ سے متعلق سال، مہینے اور دن کے بارے میں امت کے اہلِ علم کے اتفاق کے بعد اس بات میں شدید اختلاف ہے کہ حضور خاتَمُ الانبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت کی تاریخ کیا تھی؟ اس حوالے سے امت کے حضرات اکابر کے متعدد اقوال ہیں جس کے نتیجے میں ربیع الاوّل کی 2، 8، 10، 12، 13، 14 تاریخیں ملتی ہیں۔

1۔ امام نووی رحمہ اللہ نے ’’تہذیبُ الاَسماء واللُّغات‘‘ میں اس حوالے سے چار مشہور اقوال نقل فرمائے ہیں: 2، 8، 10، 12 ربیع الاوّل۔

واتفقوا على أنه ولد يوم الاثنين من شهر ربيع الأول، واختلفوا هل هو فى اليوم الثانى أم الثامن أم العاشر أم الثانى عشر، فهذه أربعة أقوال مشهورة. (الترجمة النبوية الشريفة)

2۔ امت کے مؤرخین اور سیرت نگاروں کے دلائل اور تجزیے ملاحظہ کیے جائیں تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے طور پر کسی ایک تاریخ کو راجح قرار دیا ہے جس کی وجہ سے متعدد اقوال سامنے آتے ہیں، ان مذکورہ اقوال میں سے زیادہ تر ربیع الاوّل کی 2، 8، 10 یا 12 تاریخ کو بعض یا اکثر حضرات نے ترجیح دی ہے۔ بعض حضرات نے ربیع الاوّل کی 12 تاریخ کو مشہور قول قرار دیا ہے جیسا کہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ’’سیرت خاتم الانبیاء ﷺ‘‘ میں تاریخِ ولادت سے متعلق مذکورہ بالا متعدد اقوال نقل کرکے فرمایا کہ مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ جبکہ متعدد حضرات نے ربیع الاوّل کی 8 تاریخ کو ترجیح دی ہے۔

علامہ احمد قسطلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''المواہب'' سے ایک اہم اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''تاریخِ ولادت سے متعلق ایک قول 8 ربیع الاوّل کا ہے، شیخ قطب الدین قسطلانی فرماتے ہیں کہ یہی قول اکثر محدثین نے اختیار فرمایا ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے، اہلِ تاریخ ونسب نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ حمیدی اور ان کے شیخ ابن حزم کا بھی یہی قول ہے، شیخ قضاعی نے ''عُیون المعارف'' میں اس پر اجماع نقل کیا ہے، امام زہری نے امام محمد بن جبیر بن مطعم سے یہی روایت کیا ہے، وہ عرب کے نسب کے ماہر تھے اور انھوں نے اپنے والد حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے یہی بات روایت کی ہے۔''

- المواهب اللدنية بالمنح المحمدية:

وقيل: لثمان خلت منه، قال الشيخ قطب الدين القسطلانى: وهو اختيار أكثر أهل الحديث، ونقل عن ابن عباس وجبير بن مطعم، وهو اختيار أكثر من له معرفة بهذا الشأن، واختاره الحميدى، وشيخه ابن حزم، وحكى القضاعى فى «عيون المعارف» إجماع أهل الزيج عليه، ورواه الزهرى عن محمد بن جبير بن مطعم، وكان عارفا بالنسب وأيام العرب، أخذ ذلك عن أبيه جبير. (آيات ولادته ﷺ)

3۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سیرت المصطفی ﷺ'' میں فرماتے ہیں:

''ولادت باسعادت کی تاریخ میں مشہور قول تو یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ 12 ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، لیکن جمہور محدثین اور مؤرخین کے نزدیک راجح اور مختار قول یہ ہے کہ حضور ﷺ 8 ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے۔''

تنبیہ:

مصر کے مشہور ماہر فلکیات محمود پاشا صاحب نے 9 ربیع الاول کو تاریخِ ولادت قرار دیا جس کو مفتی اعظم

پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ''سیرت خاتم الانبیاﷺ'' میں جمہور کے خلاف بے سند بات قرار دیا ہے، اور مشہور محقق نامور فلکی حضرت اقدس مولانا موسیٰ خان روحانی بازی صاحب رحمہ اللہ نے بھی ''فلکیات جدیدہ'' میں اس کی تردید فرمائی ہے۔

حضور خاتَمُ الانبیاءﷺ کی وِلادتِ مبارکہ کی تاریخ میں اختلاف کیوں؟؟

یہاں یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب حضور خاتَمُ الانبیاءﷺ کی ذاتِ بابرکات اس قدر عظیم الشان ہستی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا مرتبہ ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔۔۔اسی طرح حضرات صحابہ کرام جو کہ حضور اقدسﷺ کے جان نثار تھے اور حضور اقدسﷺ کی ہر ایک ادا انھوں نے محفوظ فرمائی تو پھر تاریخِ ولادت کی درست تعیین کیوں نہ ہوسکی؟؟ تو اس شبہ کے متعدد جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے ایک درست جواب یہ بھی ہے کہ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضور خاتَمُ الانبیاءﷺ کی ولادت مبارکہ کی تاریخ سے متعلق امت کا کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں تھا اس لیے منجانب اللہ اس کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا گیا، سال بھر کی جن تاریخوں سے شریعت کے احکام وابستہ تھے تو ان سے متعلق حضور اقدسﷺ کے ارشادات امت کے سامنے ہیں اور ان تاریخوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام امت نے بخوبی کیا، لیکن حضور اقدسﷺ کی ولادت کی تاریخ سے متعلق قرآن وسنت میں کوئی مخصوص حکم نہیں ملتا، اس لیے اس کو محفوظ رکھنے کے لیے خصوصی اِقدامات حضرات صحابہ کرام کی جانب سے اجتماعی طور پر سامنے نہیں آئے اور نہ ہی حضور اقدسﷺ کی جانب سے ایسا کوئی حکم دیا گیا۔

حضور خاتَمُ الانبیاءﷺ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف سے واضح ہونے والا ایک اہم نکتہ:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ حضور اقدسﷺ کی تاریخِ ولادت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں، یہ اختلاف خود اس طرف اشارہ کررہا ہے کہ حضور اقدسﷺ کی تاریخِ

ولادت سے متعلق نہ تو حضور اقدس ﷺ نے کوئی حکم یا فضیلت بیان فرمائی، نہ ہی حضرات صحابہ کرام میں اس حوالے سے کسی خاص عمل یا جشن وغیرہ کا اہتمام تھا اور نہ ہی حضرات تابعین و تبع تابعین میں، کیوں کہ اگر اس تاریخ سے متعلق حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ، تابعین کرام و تبع تابعین عظام میں کوئی مخصوص عمل یا اہتمام یا جشن وغیرہ رائج ہوتا تو امت میں اس تاریخِ ولادت سے متعلق اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔ اس اہم نکتے میں ہر مسلمان کے لیے بہت بڑا سبق ہے!! (تفصیل دیکھیے: اصلاحی خطبات)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ وِلادت کو روزہ رکھنے کی تحقیق

فہرست:

- حضور اَقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ وِلادت کو روزہ رکھنے سے متعلق غلط فہمی۔
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یومِ پیدائش کو روزہ رکھنے کی حقیقت۔
- تاریخِ پیدائش اور یومِ پیدائش کا فرق۔
- تاریخِ پیدائش میں اختلاف جبکہ یومِ پیدائش میں اتفاق ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

حضورِ اَقدس ﷺ کی تاریخِ وِلادت کو روزہ رکھنے سے متعلق غلط فہمی:

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنی پیدائش کے دن روزہ رکھا ہے اس لیے تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنا مستحب یا مسنون ہے، اسی پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی 12 ربیع الاوّل کو روزہ رکھنا چاہیے، اور بعض لوگ اسی تناظر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے اپنی پیدائش کی تاریخ میں صرف ایک ہی عمل ثابت ہے اور وہ یہی روزہ ہے، اس لیے 12 ربیع الاوّل کو عید میلاد نہیں منانا چاہیے بلکہ روزہ رکھنا چاہیے، گویا کہ عید میلادُ النبی ﷺ جیسے بدعت عمل کی تردید میں بھی یہ بات کہی جاتی ہے۔ اس طرح کی متعدد باتیں سننے اور دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش اور یومِ پیدائش میں فرق نہیں کرپاتے، جس کی وجہ شاید آجکل "تاریخ" کی جگہ "یوم" کا بکثرت استعمال ہے۔

زیرِ نظر تحریر سے اسی غلط فہمی کا اِزالہ مقصود ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی یومِ پیدائش کو روزہ رکھنے کی حقیقت:

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مبارک وِلادت پیر کے روز ہوئی، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے:

1۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "پیر کے روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھے نبوت عطا کی گئی (یا: اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی)۔"

وَسُئِلَ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ، قَالَ ﷺ: «ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ أَوْ أُنْزِلَ عَلَيَّ فِيهِ».
(صحیح مسلم کتاب الصیام حدیث: 2804)

2۔ اسی طرح بعض روایات میں پیر کے دن روزہ رکھنے کی ایک اور وجہ بھی بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ "سنن ابی داود" میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پیر اور جمعرات کو روزہ

رکھا کرتے تھے، تو اُن سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''بندوں کے اَعمال جمعرات اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔''

٢٤٣٨: عَنْ مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ فَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: «إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ». (باب فِي صَوْمِ الاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ)

3۔ سنن الترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پیر اور جمعرات کے دن اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔''

٧٤٧: عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ، فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ».

(بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالخَمِيسِ)

خلاصہ:

ان تین روایات سے یہ معلوم ہوا کہ:

- حضور اقدس ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی۔
- حضور اقدس ﷺ پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے اور یہی ان کا مبارک معمول تھا۔
- حضور اقدس ﷺ نے پیر کے دن روزہ رکھنے کی دو وجوہات بیان فرمائی: ایک تو یہ کہ پیر کے دن میری پیدائش ہوئی، دوم یہ کہ پیر کے دن اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔

تاریخِ پیدائش اور یومِ پیدائش کا فرق:

بہت سے لوگ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش اور یومِ پیدائش میں فرق نہیں کر پاتے جس کے نتیجے میں غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ واضح رہے کہ تاریخِ پیدائش اور یومِ پیدائش میں واضح فرق ہے کہ تاریخِ پیدائش کے معنی یہ ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ماہِ ربیع الاوّل کی فلاں تاریخ کو دنیا میں جلوہ افروز ہوئے، جبکہ یومِ پیدائش کے معنی یہ ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہفتے کے فلاں دن میں دنیا میں تشریف لائیں۔ گویا کہ پیدائش کی تاریخ اور پیدائش کے دن میں فرق ہے۔

تاریخِ پیدائش میں اختلاف جبکہ یومِ پیدائش میں اتفاق ہے:

حضور اقدس ﷺ کے یومِ پیدائش کے بارے میں امت کے اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش پیر کے دن ہوئی، جبکہ تاریخِ پیدائش میں امت کے اہلِ علم کا شدید اختلاف ہے، جس کی مدلّل تفصیل ما قبل میں بیان ہو چکی۔

- امام نووی رحمہ اللہ ’’تہذیبُ الاَسماء واللُّغات‘‘ میں فرماتے ہیں:

واتفقوا على أنه ولد يوم الاثنين من شهر ربيع الأول، واختلفوا هل هو فى اليوم الثانى أم الثامن أم العاشر أم الثانى عشر، فهذه أربعة أقوال مشهورة. (الترجمة النبوية الشريفة)

حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنے کا کوئی ثبوت نہیں:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش میں روزہ رکھنے کو سنت یا مستحب قرار دینا ہرگز درست نہیں، بلکہ یہ ایک خود ساختہ بات ہے کیوں کہ:

1۔ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنا احادیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام سے ثابت ہے، بلکہ احادیث سے یومِ پیدائش کے دن روزہ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے جو کہ پیر کا دن ہے۔

2۔ ما قبل میں جو روایات ذکر ہوئیں ان میں تاریخِ پیدائش کا ذکر نہیں بلکہ یومِ پیدائش کا ذکر ہے جو کہ پیر کا دن ہے، اور حضور اقدس ﷺ تاریخِ پیدائش میں روزہ نہیں رکھتے تھے بلکہ یومِ پیدائش کو روزہ رکھتے تھے، چنانچہ حضرات صحابہ کرام نے یومِ پیدائش یعنی پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق ہی سوال کیا تھا۔ اس لیے اس سے یومِ پیدائش یعنی پیر کے دن روزہ رکھنا مستحب اور مسنون قرار پاتا ہے۔

3۔ پیر کا روزہ سال بھر ہر ہفتے نصیب ہوتا ہے اور یہی حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا، جبکہ تاریخِ پیدائش سال میں ایک ہی بار نصیب ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں یہ روزہ سال بھر میں ایک ہی بار نصیب ہوگا جو کہ بذاتِ خود احادیث کے خلاف ہے۔

4۔ ما قبل میں بیان کی گئی ایک حدیث میں پیر کے دن روزہ رکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی کہ "پیر اور جمعرات کے دن اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں پیش ہو۔" ظاہر ہے کہ اعمال کی پیشی پیر کے روز ہوتی ہے جو کہ یومِ پیدائش بھی ہے، نہ کہ تاریخِ پیدائش کو۔ اس لیے تاریخِ پیدائش کے روزے کو کیسے سنت یا مستحب قرار دیا جاسکتا ہے؟؟

5۔ امت کے حضرات اکابر اور بزرگانِ دین سے یہ ثابت ہی نہیں کہ وہ تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھا کرتے تھے، البتہ پیر کے دن روزہ رکھنے کا معمول واضح طور پر ثابت ہے۔

6۔ فقہ کی کتب میں تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنے کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، البتہ پیر کے دن روزہ رکھنے کا ذکر ضرور ملتا ہے۔

ان تمام وجوہات سے ان حضرات کی غلطی بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو کہ تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنے کو مستحب یا سنت قرار دیتے ہیں۔

تنبیہات:

1۔ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش چاہے 12 ربیع الاوّل ہو یا کوئی اور؛ سب کا یہی حکم ہے جو ما قبل میں بیان ہوا کہ تاریخِ پیدائش کو روزہ رکھنے کو سنت یا مستحب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

2۔ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش کو روزہ ثابت نہ ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس دن عید میلاد النبی ﷺ منایا جائے کیوں کہ اس کا بدعت ہونا دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

خلاصہ:

ما قبل کی تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ربیع الاوّل کی 12 یا کسی اور تاریخ کو حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ پیدائش قرار دے کر روزہ رکھنا مستحب یا مسنون نہیں، بلکہ اس حیثیت سے اس کو مستحب یا مسنون قرار دینا بھی ہرگز درست نہیں، بلکہ یہ دین میں زیادتی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ جشنِ میلاد کی تردید میں اس تاریخ کو روزے کی ترغیب نہیں دی جاسکتی، بلکہ شرعی احکام کے اعتبار سے یہ تاریخِ پیدائش بھی ربیع الاوّل کی دیگر تاریخوں کی طرح ایک عام تاریخ ہے جس میں کوئی مخصوص اضافی عمل شریعت سے ثابت نہیں، البتہ پیر کے دن روزہ رکھنا مسنون اور مستحب ہے جس کی تفصیل ما قبل میں بیان ہوچکی۔

جشنِ عید میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت

فہرست:

حضورِ اقدس ﷺ کا ذِکرِ مبارک:

یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی محبت ہر مؤمن کے اِیمان کا اہم جُز ہے، اور حضورِ اقدس ﷺ کی پیدائش سے لے کر وِصال تک پوری مبارک زندگی کی سیرت اور حالات کا تذکرہ بڑی ہی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا باعث ہے، اور اس حقیقت میں بھی دو رائے نہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ کا ذکرِ مبارک اَفضل اَعمال میں سے ہے جو کہ بڑے ہی اَجر و ثواب کا ذریعہ ہے، اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے اور یہ حضور ﷺ کی محبت کا تقاضا بھی ہے کہ حضور ﷺ کے ذکرِ مبارک کو زندگی کا ایک اہم جُز بنائے، اپنی زبان اور دل کو حضورِ اقدس ﷺ کی سیرت کے تذکروں سے منوّر کرے اور حضور ﷺ کی محبت میں ان کی حیاتِ طیّبہ کے مبارک حالات سے بھرپور واقفیت حاصل کرے۔ نہایت ہی افسوس ہے اُس مسلمان پر جو حضورِ اقدس ﷺ کی محبت کا دعویٰ بھی کرے اور پھر حضورِ اقدس ﷺ کی سیرت سے واقفیت بھی حاصل نہ کرے اور نہ ہی اسے حضورِ اقدس ﷺ کے مبارک تذکروں سے دلچسپی ہو، یہ بڑی بد نصیبی ہے!!

مؤمن کا ہر لمحہ ربیع الاوّل ہے:

بہت سے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ جب ربیع الاوّل آتا ہے تو انھیں حضورِ اقدس ﷺ کی محبت اور عشق یاد آجاتا ہے، سیرت کے جلسے یاد آجاتے ہیں، درود شریف کے اہتمام کا شوق اُبھر آتا ہے، حتیٰ کہ حضورِ اقدس ﷺ کی محبت اور عشق کے اظہار کے نت نئے نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں، ذرا سوچیے کہ کیا حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ محبت اور اس کے اظہار کا سلسلہ صرف ماہِ ربیع الاوّل کے ساتھ خاص ہے؟؟ کیا حضورِ اقدس ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے تذکرے صرف اس ماہِ مبارک کے ساتھ مخصوص ہیں؟؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی مسلمان اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا، کیوں کہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ محبت تو پورے سال بلکہ زندگی بھر کا معاملہ ہے، یہ کسی مہینے کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی چند چیزوں کے ساتھ خاص ہے، بلکہ مؤمن کی

زندگی کا ہر لمحہ ربیع الاوّل ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی محبت میں زندگی کے ہر معاملے میں حضور ﷺ کی تعلیمات کو مدّنظر رکھتا ہے، ہر وقت اس کی زبان پر حضور اقدس ﷺ کے مبارک تذکرے ہوتے ہیں، وہ زندگی بھر عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات میں حضور اقدس ﷺ کی سنتوں کا شیدائی ہوتا ہے۔ اس لیے حضور اقدس ﷺ کی محبت کے تعلق کو ماہِ ربیع الاوّل کے ساتھ خاص کرنا یہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق کے تقاضوں اور ان کی تعلیمات کے خلاف ہے، خصوصًا جبکہ حضرات صحابہ کرام اور حضرات تابعین کے مبارک زمانوں میں ماہِ ربیع الاوّل سے متعلق کوئی خاص سرگرمی نظر نہیں آتی اور نہ ہی انھوں نے اس ماہ میں سال کے دیگر مہینوں کی بنسبت خصوصیت کے ساتھ عشق و محبت کے نمونے اپنائے ہیں۔

ماہِ ربیع الاوّل اور سیرت کے جلسے:

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک مؤمن کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی بھر اس کی زبان پر حضور اقدس ﷺ کے تذکرے ہوں، ظاہر ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے ہر وقت اسی کا تذکرہ کرتے رہنے میں ایک عاشقِ صادق کو لطف آتا ہے، وہ یہ کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کی زبان اور اس کا دل کسی لمحے محبوب کے ذکر اور تصور سے خالی ہو؟؟ اس لیے حضور اقدس ﷺ کے تذکرے زندگی بھر ہونے چاہییں، سال بھر ہونے چاہییں، حضور اقدس ﷺ کے تذکروں کو ربیع الاوّل کے ساتھ خاص کرنا عشق کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے اور شریعت کی تعلیمات کے بھی۔ اس سے سیرت کے اُن جلسوں کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے جو صرف اس ماہِ ربیع الاوّل میں منعقد کیے جاتے ہیں اور ان کے لیے یہ مہینہ خاص کیا جاتا ہے۔

جشنِ عید میلادُ النبی ﷺ کی حقیقت:

حضور پُر نور ﷺ کا ذکر مبارک زندگی بھر، پورے سال، پورے مہینے، کسی ہفتے، کسی بھی دن اور کسی بھی لمحے ممنوع نہیں بلکہ بڑے ہی برکت اور سعادت والے ہیں وہ لمحات جن میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک کیا جائے۔ اس میں تو کسی بھی مسلمان کو تردُّد اور اختلاف نہیں ہو سکتا، البتہ جو بات باعثِ اختلاف اور

قابلِ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کے لیے ماہ ربیع الاوّل کو خاص کرنا، حضور اقدس ﷺ کی محبت کے نام پر یومِ ولادت یا میلاد منانا، ماہ ربیع الاوّل اور خصوصًا اس کی 12 تاریخ کو حضور اقدس ﷺ کی آمد یا میلاد کی خوشی میں جلسے جلوس منعقد کرنا، اس کو عید قرار دے کر عید جیسے اعمال سرانجام دینا، چراغاں کرنا، حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ ولادت کو صبح صادق کے وقت آمدِ مبارک کی خوشی میں قیام کرنا، یا میلادُ النبی ﷺ کی نسبت سے دیگر امور سرانجام دینا شریعت کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟؟ کیا یہ کام حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہیں؟ اگر ثابت ہیں تو ظاہر ہے کہ پھر تو کسی مسلمان کے لیے اس میں تردُّد کی گنجائش نہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے 23 سالہ عہدِ نبوت میں ربیع الاوّل میں میلاد کے نام پر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، پھر تقریبًا 30 سال خلافتِ راشدہ کا زمانہ رہا، پھر تقریبًا دو سو سال تک خیر القرون کا زمانہ بنتا ہے، یہ پورا عرصہ ماہِ ربیع الاوّل میں جشنِ میلاد سے خالی نظر آتا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے عشق کے نام پر یہ جشن نہیں منایا؟ اور اس کے تمام تر اسباب موجود ہونے کے باوجود بھی انھوں نے یہ عید ایجاد نہیں کی، تو آج یہ سب کچھ کیسے درست ہوسکتا ہے؟؟ آج یہ عشق کے نام پر کیسے اپنایا جاسکتا ہے؟؟ آج یہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق کا معیار کیسے بن سکتا ہے؟؟ اس تمام صورتحال سے عید میلاد کا بدعت ہونا بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ اور دیگر منکرات کا جائزہ:

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کے ناجائز اور بدعت ہونے سے متعلق متعدد مفصّل اور مدلّل کتب تحریر کی جاچکی ہیں جن میں بڑی تفصیل سے اس مسئلے کی مکمل حقیقت واضح کی گئی ہے، اور یہ مضامین اس قدر کثرت سے لکھے گئے ہیں کہ عید میلاد کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ کافی ہیں، اور ان کتب میں اُن خود ساختہ اور بے بنیاد دلائل کے مدلّل جوابات بھی ہیں جو کہ عید میلاد کو جائز بلکہ مستحب قرار دینے کے لیے گھڑے گئے ہیں۔ یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ عید میلاد النبی ﷺ اپنی ذات میں ایک بدعت عمل ہے، گویا کہ اگر اس

میں کوئی اور ناجائز اور غیر شرعی کام نہ بھی ہو تب بھی اس کے ناجائز اور بدعت ہونے میں کوئی تردُّد اور شک نہیں کیوں کہ دینِ اسلام میں اس کا کوئی تصور ہی نہیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ مزید افسوس ناک صورتحال یہ بھی ہے کہ جشنِ عید میلاد منانے کی آڑ میں بہت سے گناہوں اور غیر شرعی امور کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے جن میں سال بہ سال اضافہ دیکھنے کو ملتا ہے۔

ذیل میں عید میلاد النبی ﷺ سے متعلق چند بنیادی باتیں ذکر کی جاتی ہیں تاکہ مختصر انداز میں اس کی حقیقت واضح ہوسکے:

1۔ جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کے بدعت اور ناجائز ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام اور خیر القرون کے مبارک زمانوں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا جس کی تفصیل ماقبل میں بیان ہوچکی۔ بلکہ یہ بدعت 6 صدی ہجری کے بعد ایجاد ہوئی، تفصیل کے لیے دیکھیے حضرت علامہ سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز کتاب ’’راہ سنت‘‘۔

2۔ماہِ ربیع الاوّل کو خاص کرکے بلکہ لازم سمجھ کر ذکرِ ولادت باسعادت کرنا، حضور اقدس ﷺ کا ذکرِ مبارک کرنا اور سیرت کے جلسے منعقد کرنا شریعت کے خلاف ہے کیوں کہ شریعت نے جو عمل کسی ماہ کے ساتھ خاص نہیں کیا اسے کسی ماہ یا دن کے ساتھ خاص کرنا اور اسے لازم سمجھنا شرعًا درست نہیں، بلکہ یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے جیسا کہ ایصالِ ثواب کے نام پر تیجہ، چالیسوں وغیرہ کا حکم ہے۔آجکل تو اس کو ایسا لازم سمجھا جانے لگا ہے کہ جو حضرات اس ماہ ربیع الاوّل میں عید میلاد نہیں مناتے اور عید میلاد کے نام پر جلسے جلوس نہیں کرتے ان کو تنقید وملامت کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کے عشقِ رسالت کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اور یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی محبت نہیں ہے، یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے ذکر کو پسند نہیں کرتے، معاذ اللہ۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں شریعت کے خلاف اور ناجائز ہیں۔

3۔ حضور اقدس ﷺ کا یومِ ولادت منایا جاتا ہے، حالاں کہ اسلام میں کسی شخصیت کے دن منانے کا کوئی تصور ہی نہیں، اس لیے حضور اقدس ﷺ کی ولادت کا دن منانا شریعت کے خلاف ہے۔

4۔ حضور اقدس ﷺ کے یومِ ولادت کو عید میلاد النبی ﷺ کا نام دے کر عید منائی جاتی ہے حالاں کہ اسلام میں اس عید کا کوئی تصور ہی نہیں۔

5۔ جشن عید میلاد کے نام پر چراغاں کیا جاتا ہے اور جھنڈے لگائے جاتے ہیں، حالاں کہ دین میں نہ تو عید میلاد کا کوئی تصور ہے اور نہ ہی اس کے لیے چراغاں کرنے اور جھنڈے وغیرہ لگانے کا، اس لیے یہ بھی شریعت کے خلاف ہے۔

6۔ بعض مقامات پر عید میلاد منانے کے لیے چوری کی بجلی استعمال کی جاتی ہے جس کا حرام ہونا واضح ہے۔

7۔ عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالا جاتا ہے حالاں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

8۔ عید میلاد کے جلسے اور جلوس کے لیے راستوں کو بند کر دیا جاتا ہے جس سے گزرنے والوں کو تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، حالاں کہ شریعت میں اس کی ممانعت ہے۔

9۔ عید میلاد کے نام پر رات بھر عمومی اسپیکر سے نعت یا سیرت بیان کر کے محلے والوں کو تکلیف دی جاتی ہے جو کہ سراسر ناجائز حرکت ہے۔

10۔ بعض مقامات پر عید میلاد کے جلسوں اور تقاریب میں آلاتِ موسیقی اور موسیقی کے طرز کے ساتھ نعت پڑھی جاتی ہے جو کہ غیر شرعی عمل بلکہ نہایت ہی بے ادبی ہے۔

11۔ بعض مقامات پر عید میلاد کے نام پر مرد وزن کا مخلوط اجتماع منعقد کیا جاتا ہے جس کا ناجائز ہونا واضح ہے۔

12۔ بہت سے خطیب حضرات میلاد کی مجالس میں غیر معتبر روایات اور منگھڑت واقعات بھی بیان کرتے رہتے ہیں جو کہ شرعًا ممنوع ہے۔

13۔ عید میلاد کے نام پر کھانے کی چیزیں تقسیم کی جاتی ہیں، شربت کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں اور اس کے فضائل بھی بیان کیے جاتے ہیں، واضح رہے کہ ایک تو عید میلاد کے نام پر ان کھانے پینے کی تقسیم ہی غیر شرعی ہے، دوم یہ کہ ان چیزوں کو ماہ ربیع الاوّل کے ساتھ خاص کرنا بھی غیر شرعی عمل ہے، ایسی باتیں صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ثابت نہیں۔

الغرض ماہ ربیع الاوّل میں عید میلاد اور عشق نبوی کے نام پر شرعی احکامات کی پامالی اور بدعات کی ترویج کا سلسلہ زور وشور سے جاری رہتا ہے۔

جشنِ عید میلاد سے متعلق اختلاف کن باتوں میں ہے؟؟

یہ بات سمجھنا بھی نہایت ہی اہم ہے کہ جشن میلاد منانے والے حضرات اور اس کو بدعت کہنے والے حضرات کے مابین کن باتوں میں اختلاف ہے، تاکہ صحیح نقطہ نظر واضح ہوسکے ورنہ تو جشنِ عید میلاد منانے والوں کی جانب سے ایسے دلائل دیے جاتے ہیں جو فریقین کو بھی تسلیم ہوتے ہیں، اسی طرح جشنِ عید میلاد سے منع کرنے والے حضرات پر طرح طرح کے الزامات بھی لگائے جاتے ہیں، حالاں کہ یہ سب کچھ غلط فہمی یا ناسمجھی کا نتیجہ ہے، اس لیے یہ سمجھیے کہ جشنِ میلاد منانے والے حضرات اور اس کو بدعت کہنے والے حضرات کے مابین کن باتوں میں اختلاف ہے اور کن باتوں میں اتفاق ہے؟؟

درج ذیل باتوں پر فریقین کا اتفاق ہے:

- حضور اقدس ﷺ کی وِلادت باسعادت میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کے نعمت، باعثِ رحمت اور باعثِ ہدایت ہونے میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری پر خوش ہونے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے معاملے میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کی سیرت کے تذکرے کرنے، حالات وواقعات بیان کرنے اور زندگی کا ہر ہر پہلو بیان کرنے کے باعثِ اجر وثواب ہونے اور باعثِ نزولِ برکات ہونے میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت کے ضروری بلکہ اہم ایمانی جُز ہونے میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے کی اہمیت میں اختلاف نہیں۔

- حضور اقدس ﷺ کی شان مبارک میں نعت لکھنے اور نعت پڑھنے کے باعثِ اجر و ثواب ہونے میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ پر درود شریف بھیجنے کی فضیلت اور اہمیت میں اختلاف نہیں۔
- حضور اقدس ﷺ کی مدح میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے سیرت کا جلسہ یا نعت کی محفل منعقد کرنے میں اختلاف نہیں۔
- حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے تذکرے بیان کرنے کی اہمیت وفضیلت میں اختلاف نہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جن پر اتفاق ہے، اس لیے ان باتوں کے اِثبات کے لیے دلائل دینے کی حاجت نہیں کیوں کہ یہ سب باتیں پہلے ہی سے مسلّم ہیں اور عموماً عید میلاد سے متعلق جو دلائل دیے جاتے ہیں وہ انھی باتوں کے بارے میں ہوتے ہیں، جس سے ان دلائل کا بے بنیاد ہونا بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

اب ذرا ملاحظہ کیجیے کہ اختلاف اور اعتراض کی باتیں کونسی ہیں تاکہ معاملے کی صحیح صورتحال واضح ہو سکے۔

درج ذیل باتوں میں اختلاف ہے:

- ماہِ ربیع الاوّل کو خاص کر کے بلکہ لازم سمجھ کر ذکرِ ولادت باسعادت کرنے، حضور اقدس ﷺ کا ذکرِ مبارک کرنے اور سیرت کے جلسے منعقد کرنے میں اختلاف ہے۔
- اس ماہ ربیع الاوّل میں جشنِ عید میلاد نہ منانے والوں کو تنقید و ملامت کا نشانہ بنانے پر اعتراض ہے۔
- شخصیت کا دن منانے میں اختلاف ہے جس کا اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں۔
- یومِ ولادت کا جشن منانے میں اختلاف ہے۔
- اسے عید میلاد النبی ﷺ کا نام دینے اور اس میں عید کا سماں پیدا کرنے میں اختلاف ہے۔
- جشن میلاد کے نام پر چراغاں کرنے، جھنڈے وغیرہ لگانے، راستوں کو بند کرنے اور رات بھر عمومی اسپیکر سے نعت یا سیرت بیان کر کے محلے والوں کو تکلیف دینے پر اعتراض ہے۔

- عید میلاد کا جلوس نکالنے پر اعتراض ہے۔
- آلاتِ موسیقی اور موسیقی کے طرز کے ساتھ نعت پڑھنے پر اعتراض ہے۔
- عید میلاد کے نام پر مرد وزن کی مخلوط تقاریب منعقد کرنے پر اعتراض ہے۔
- عید میلاد کے نام پر کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے، شربت کی سبیلیں لگانے اور اس کے خود ساختہ فضائل بیان کرنے میں اختلاف ہے۔
- عشق نبوی کے نام پر شرعی احکامات کی پامالی اور بدعات کی ترویج پر اعتراض ہے۔

اور یہ اختلاف اور اعتراض اس لیے ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے 23 سالہ عہدِ نبوت میں ربیع الاوّل میں میلاد کے نام پر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، پھر تقریباً 30 سال خلافت راشدہ کا زمانہ رہا، پھر تقریباً دو سو سال تک خیر القرون کا زمانہ بنتا ہے، یہ پورا عرصہ ماہِ ربیع الاوّل میں جشنِ میلاد سے خالی نظر آتا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے عشق کے نام پر یہ جشن نہیں منایا؟ اور اس کے تمام تر اسباب موجود ہونے کے باوجود انھوں نے اسے ایجاد نہیں کیا تو آج یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟؟ آج یہ عشق کے نام پر کیسے اپنایا جا سکتا ہے؟؟ آج یہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق کا معیار کیسے بن سکتا ہے؟؟ ان باعثِ اعتراض واختلاف باتوں کا ثبوت ہونا چاہیے، باقی جو باتیں فریقین کے نزدیک مسلّم ہیں ان کا ثبوت دینے کی حاجت نہیں۔ اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اُن دلائل کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے جو عید میلاد منانے کے لیے دیے جاتے ہیں۔

اختلاف کی نوعیت کو سمجھیے:

ما قبل کی یہ مکرّر تفصیل صرف اسی لیے بیان کی گئی کہ اختلاف کی نوعیت واضح ہو جائے اور یہ نوعیت سمجھنا نہایت ہی اہم ہے کیوں کہ فریقِ مخالف کی جانب سے ایسی باتیں کہی جاتی ہیں اور ایسے خود ساختہ دلائل دیے جاتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقف ایک عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر آپ کسی شخص سے کہیں کہ آپ جو اذان سے پہلے درود وسلام پڑھتے ہیں یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اور وہ آپ کو جواب میں درود شریف کی

فضیلت اور اہمیت بیان کرنا شروع کردے حتی کہ وہ آپ کو یہ تک کہہ دے کہ آپ درود وسلام کے منکر ہیں!! ظاہر ہے کہ یہ تو نہایت ہی غلط طرزِ عمل ہے کیوں کہ درود شریف کی فضیلت اور اہمیت میں تو کوئی اختلاف نہیں، اس لیے اس کے لیے دلائل دینے کی حاجت نہیں، جبکہ اصل سوال اور اختلاف تو اذان سے پہلے درود وسلام سے متعلق ہے جس پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی! یہی نوعیت عید میلاد سے متعلق بھی ہے کہ جب انھیں عید میلاد سے منع کیا جاتا ہے اور اسے بدعت قرار دیا جاتا ہے تو ان کی طرف سے دو کام سامنے آتے ہیں:

1۔ عید میلاد کے ثبوت کے لیے وہی دلائل دیے جاتے ہیں جو یا تو خود ساختہ ہوتے ہیں اور یا ان کا تعلق عید میلاد سے ہوتا ہی نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ کے عام ذکر مبارک سے ہوتا ہے۔

2۔ دوسرا کام یہ کیا جاتا ہے کہ عید میلاد کو بدعت قرار دینے والوں کو گستاخِ رسول ﷺ قرار دیا جاتا ہے، اور یہ بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ ان کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی محبت نہیں ہے، یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے ذکر کو پسند نہیں کرتے، معاذ اللہ۔

حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت میں اختلاف سے واضح ہونے والا ایک اہم نکتہ:

یہ بات بخوبی واضح ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ ولادت کی تعیین میں امت کے اہلِ علم کا شدید اختلاف ہے جس کے نتیجے میں متعدد اقوال سامنے آتے ہیں، یہ اختلاف خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی تاریخِ ولادت سے متعلق نہ تو حضور اقدس ﷺ نے کوئی حکم یا فضیلت بیان فرمائی، نہ ہی حضرات صحابہ کرام میں اس حوالے سے کسی خاص عمل یا جشن وغیرہ کا اہتمام تھا اور نہ ہی حضرات تابعین وتبع تابعین میں، کیوں کہ اگر اس تاریخ سے متعلق حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ وتابعین کرام میں کوئی مخصوص عمل یا اہتمام یا جشن وغیرہ رائج ہوتا تو امت میں اس تاریخِ ولادت سے متعلق اس قدر اختلاف نہ ہوتا۔ اس اہم نکتے میں ہر مسلمان کے لیے بہت بڑا سبق ہے!!

حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کی قبولیت کی شرائط:

حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تب قبول ہو سکتا ہے اور اس کو نیکی تب قرار دی جاسکتی ہے جب اس میں دو باتیں پائی جائیں:

1۔ حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک شریعت کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے یعنی اسی طریقے سے کیا جائے جو قرآن وسنت اور حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہو، یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ایسا ذکر جو شریعت کی تعلیمات کے مطابق نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر گز قابلِ قبول نہیں۔

2۔ حضور ﷺ کا ذکر مبارک اِخلاص کے ساتھ ہو کہ صرف اللہ کی رضا کی خاطر کیا جائے، یہی وجہ ہے کہ جو عمل لوگوں کے دِکھلاوے، ریاکاری اور نام ونمود کے لیے کیا جائے تو اللہ کے ہاں اس کی قبولیت نہیں ہوتی۔

حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک سمیت کسی بھی نیکی کی قبولیت کے لیے مذکورہ بالا دو باتیں پائی جانی ضروری ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہ پائی گئی تو وہ عمل ہر گز قبول نہیں ہوگا، بلکہ وہ نیکی کہلائے جانے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ ان دو شرائط کو سمجھنے اور مدّ نظر رکھنے کی بڑی اہمیت اور ضرورت ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے نفل پڑھنا بہت بڑی نیکی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہی نفل مکروہ اوقات میں ادا کرتا ہے تو اس کو ثواب تو کیا ملے گا بلکہ اُلٹا گناہ ملے گا، کیوں کہ مکروہ اوقات میں نفل نماز ادا کرنا جائز ہی نہیں، تو گویا کہ نیکی جب شریعت کی تعلیمات کے خلاف کی جائے تو وہ نیکی نیکی نہیں رہتی بلکہ گناہ بن جاتا ہے۔ شیطان کی اوّلین کوشش یہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کا بندہ حضور اقدس ﷺ کا ذکر مبارک کرے ہی نا، لیکن جب وہ کسی شخص کو اس سے روک نہیں پاتا تو اس کی دوسری چال یہی ہوتی ہے کہ اس کی یہ نیکی ہی برباد کر دی جائے، اور نیکی برباد کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اس نیکی کو شریعت کی تعلیمات اور حدود کے مطابق ادا نہ کرنے دیا جائے، بلکہ اس میں خود ساختہ باتیں یا بدعات ورسومات داخل کی جائیں۔ اس لیے حضور ﷺ کا ذکر مبارک تبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو سکتا ہے جب وہ اخلاص کے ساتھ شریعت کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا حقیقی معیار

فہرست:

- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اِیمان کا اہم جُز۔
- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا معیار۔
- عشقِ رسالت کا معیار: سنّت اور صحابہ کرام۔
- حضراتِ صحابہ کرام عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہیں۔
- سنت اور صحابہ کرام سے وابستگی سے متعلق چند روایات۔
- دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟
- ماہِ ربیع الاوّل اور مروّجہ بدعات۔
- خلاصہ۔

حضور اقدس ﷺ کی محبت اِیمان کا اہم جُز:

یہ بات روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضور اقدس حبیبِ خدا ﷺ کی محبت ایمان کا نہایت ہی اہم جُز ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر مؤمن کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنی جان، مال، اولاد، والدین بلکہ پوری کائنات سے بھی زیادہ ہونی چاہیے، تب جا کے ایمان کامل ہو سکتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ:

۱۵- عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ».

حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا معیار:

یہ بات نہایت ہی اہم ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا معیار اور پیمانہ کیا ہے تا کہ ہر اُمّتی اپنی محبت اور عشق کے درست اور معتبر ہونے کا اندازہ لگا سکے کہ وہ جس عشقِ رسالت کا دعویدار ہے وہ واقعتاً عشق و محبت ہے بھی یا نہیں؟ اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک معتبر ہے بھی یا نہیں؟ اس معیار اور پیمانے کی ضرورت اس لیے ہے کہ آجکل ہر ایک حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا دعویدار ہے اور اسی بنیاد پر عشق و محبت کے نام پر متعدد نت نئے نمونے، پیمانے اور اعمال دیکھنے کو ملتے ہیں، جیسے کہ ماہِ ربیع الاوّل میں عشقِ رسالت کے نام پر بہت سے کام کیے جاتے ہیں اور ان کو عشقِ رسالت کا معیار قرار دیا جاتا ہے، تو اس کے لیے کوئی پیمانہ اور معیار ہونا چاہیے تا کہ ہر ایک اپنے عشق و محبت کو اس پر پرکھ سکے اور اگر اپنی غلطی نظر آئے تو اس کو اپنی غلطیوں کی اصلاح کی طرف توجہ ہو سکے۔

اس لیے ذیل میں عشقِ رسالت کے اسی معیار اور پیمانے کی وضاحت کرتے ہیں۔

عشقِ رسالت کا معیار: سنّت اور صحابہ کرام:

قرآن وسنت سے واقف شخص اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا پیمانہ اور معیار سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں کہ وہی عمل معتبر ہوگا جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، اور عشق و محبت کے نام پر صرف اسی عمل اور طریقے کو اپنایا جاسکتا ہے جو سنت اور صحابہ کرام کے مطابق ہو، لیکن جو عمل سنت اور صحابہ کرام کے مطابق نہ ہو اسے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا جاسکتا اور نہ ہی اسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک واضح معیار ہے جس پر ہر مسلمان اپنے عشقِ رسالت کی اداؤں کو جانچ سکتا ہے۔ اور یہ معیار خود حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمایا ہے، چنانچہ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي‘‘ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔‘‘

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقینًا یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل اور مشکلات حل ہوسکتی ہیں اور بہت سے پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال اور نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

حضراتِ صحابہ کرام عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔ اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہر گز نہیں اپنایا جاسکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

سنت اور صحابہ کرام سے وابستگی سے متعلق چند روایات:

سنت اور صحابہ کرام کے معیار کو مضبوطی سے تھامنے کی اشد ضرورت ہے۔ ذیل میں سنت اور صحابہ سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات بخوبی واضح ہوسکے گی:

1۔ ’’سنن الترمذی‘‘ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور اقدس ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ.

قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود وسلام کی اہمیت وفضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود وسلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود وسلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ اختیار کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سے اذان کے قبل پڑھے جانے والے مروّجہ درود وسلام کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔

2۔ امام سعید بن المسیب تابعی رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کے بعد دو رکعت نفل ادا کررہا تھا (تو امام سعید بن المسیب نے انھیں اس سے منع فرمایا) تو اس شخص نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز ادا کرنے پر بھی عذاب دے گا؟ تو امام سعید بن المسیب نے جواب میں فرمایا کہ نماز پر تو عذاب نہیں دے گا لیکن سنت کی خلاف ورزی پر ضرور عذاب دے گا۔

- سنن الدارمي:

٤٧٠- حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ: أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي رَبَاحٍ -شَيْخٌ مِنْ آلِ عُمَرَ- قَالَ: رَأَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكْعَتَيْنِ، يُكَبِّرُ، فَقَالَ لَهُ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، أَيُعَذِّبُنِي اللّٰهُ عَلَى الصَّلَاةِ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ يُعَذِّبُكَ اللّٰهُ بِخِلَافِ السُّنَّةِ. (بابُ مَا يُتَّقٰى مِنْ تَفْسِيرِ حَدِيثِ النَّبِيِّ ﷺ)

3۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

4۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل و صورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین اور عشقِ رسالت کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

ماہِ ربیع الاوّل اور مروّجہ بدعات:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آجکل ماہِ ربیع الاوّل میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے نام پر جو نت نئے طریقے رائج ہیں جیسے: حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کے لیے ماہ ربیع الاوّل کو خاص کرنا، حضور اقدس ﷺ کی محبت کے نام پر یومِ ولادت یا میلاد منانا، ماہ ربیع الاوّل اور خصوصًا اس کی 12 تاریخ کو حضور اقدس ﷺ کی آمد یا میلاد کی خوشی میں جلسے جلوس منعقد کرنا، اس کو عید قرار دے کر عید جیسے اعمال سرانجام دینا، چراغاں کرنا، حضور ﷺ کی تاریخِ ولادت کو صبح صادق کے وقت آمدِ مبارک کی خوشی میں قیام کرنا، یا میلادُ النبی ﷺ کی نسبت سے دیگر امور سرانجام دینا شریعت کی نظر میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟؟ کیا یہ کام حضور اقدس ﷺ، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے ثابت ہیں؟ اگر ثابت ہیں تو ظاہر ہے کہ پھر تو کسی مسلمان کے لیے اس میں تردُّد کی گنجائش نہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے 23 سالہ عہدِ نبوت میں ربیع الاوّل میں میلاد کے نام پر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، پھر تقریبًا 30 سال خلافتِ راشدہ کا زمانہ رہا، پھر تقریبًا دو سو سال تک خیر القرون کا زمانہ بنتا ہے، یہ پورا عرصہ ماہِ ربیع ا الاوّل میں جشنِ میلاد سے خالی نظر آتا ہے، تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے عشق کے نام پر یہ جشن نہیں منایا؟ اور اس کے تمام تر اسباب موجود ہونے کے باوجود بھی انھوں نے یہ عید ایجاد نہیں کی، تو آج یہ سب کچھ

کیسے درست ہو سکتا ہے؟؟آج یہ عشق کے نام پر کیسے اپنایا جا سکتا ہے؟؟آج یہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق کا معیار کیسے بن سکتا ہے؟؟اس تمام صورتحال سے عید میلاد کا بدعت ہونا بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:

ماقبل کی تمام تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت اور عشق وہی معتبر ہے جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے کے مطابق ہو، لیکن جو طریقہ اور عمل اس کے خلاف ہو تو وہ اللہ کے ہاں ہرگز معتبر نہیں اگرچہ اس کو عشقِ رسالت کے نام پر ایجاد کیا جائے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بنے گا۔

بِدعت کی حقیقت
اور جشنِ عید میلادُ النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

فہرست:

- بدعت کی حقیقت۔
- اِحداث للدّین اور اِحداث فی الدّین کی حقیقت۔
- تبلیغی جماعت کے سہ روزہ اور چلہ وغیرہ سے متعلق ایک شبہ کا جواب۔
- بدعتِ حَسَنہ اور سَیِّئَہ کی حقیقت۔
- بدعت کی مذمّت۔
- بدعت کی مذمّت سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا اہم ترین ارشاد۔
- بدعت کی اقسام۔
- بدعت کی صورتیں۔
- بدعت کے اسباب۔
- بدعات اور رسومات کی آلودگی سے متاثر ہونے والی چند عبادات۔
- بدعت کے نقصانات۔

ما قبل میں عید میلاد النبی ﷺ کے بدعت اور ناجائز ہونے سے متعلق تفصیل ذکر کی جاچکی ہے، البتہ زیرِ نظر مضمون میں جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کے بدعت ہونے سے متعلق ایک شبہ کا اِزالہ مقصود ہے، اور اسی کے ساتھ ساتھ بدعت کی حقیقت، مذمت اور اقسام وغیرہ سے متعلق بھی تفصیلات ذکر کی جارہی ہیں تاکہ بدعت کی حقیقت واضح ہونے کے ساتھ ساتھ جشنِ عید میلاد النبی ﷺ جیسی بدعات کی تردید بھی ہوسکے۔

بدعت کی حقیقت:

لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں چاہے اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو یا دنیا کے ساتھ، اور خواہ عبادات کے ساتھ ہو یا عادات کے ساتھ۔

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں بدعت کے معنی ہیں: دین میں ثواب کی نیت سے کسی ایسے نئے کام کو ایجاد کرنا کہ جو حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے دور میں نہ ہو اور اسباب پائے جانے کے باوجود بھی اسے اختیار نہ کیا گیا ہو، اسے بدعت کہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی ایجادات کو بدعت نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ بدعت اس عمل کو کہا جاتا ہے جو دین میں ایجاد کیا جائے۔

اِحداث للدّین اور اِحداث فی الدّین کی حقیقت:

اِحداث فی الدین کا مطلب ہے: دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔ جبکہ احداث للدین کا مطلب ہے: دین کے لیے کوئی نیا کام ایجاد کرنا۔

دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کو اِحداث فی الدین بھی کہتے ہیں، اور یہی بدعت ہے۔ احداث فی الدین یعنی دین میں کوئی نیا کام ایجاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ دیا جائے، اس کو مقصود قرار دیا جائے، اس کو اپنی ذات میں عبادت سمجھا جاتا ہے، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہی حکم لگایا جائے جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔

جبکہ احداث للدین کا مطلب یہ ہے کہ اس کو براہِ راست فرض، واجب، سنت یا مستحب کا درجہ نہیں دیا جاتا، اس کو مقصود قرار نہیں دیا جاتا، اس کو اپنی ذات میں عبادت نہیں سمجھا جاتا، اور اس کو چھوڑنے والے پر وہ حکم ہر گز نہیں لگایا جاسکتا جو کہ فرض، واجب، سنت یا مستحب یا کسی عبادت کے چھوڑنے پر حکم لگایا جاتا ہے۔ اس سے احداث فی الدین اور للدین کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔

تبلیغی جماعت کے سہ روزہ اور چلہ وغیرہ سے متعلق ایک شبہ کا جواب:

احداث للدین اور احداث فی الدین سے متعلق ما قبل کی تفصیل سے ان حضرات کا بھی جواب ہو جاتا ہے جو کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر جشنِ عید میلاد النبی ﷺ بدعت ہے تو پھر تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ اور چار ماہ وغیرہ بھی بدعت ہونے چاہییں۔

جواب کی تفصیل یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کا سہ روزہ، چلہ وغیرہ بدعت نہیں کیوں کہ یہ امور اپنی ذات میں مقصود اور عبادت نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود اور عبادت تو دین سیکھنا سکھانا اور دعوت و تبلیغ ہے جس کا قرآن وسنت سے واضح ثبوت ہے۔ اسی طرح یہ امور ضروری نہیں سمجھے جاتے بلکہ جو ضروری ہے وہ دین سیکھنا اور حسبِ استطاعت دوسروں تک پہنچانا ہے، جس کی اہمیت اور صراحت قرآن وسنت میں کثیر مقامات میں موجود ہے۔ سہ روزہ، چلہ وغیرہ کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ دین سیکھنے اور دین کی اشاعت کے لیے بزرگانِ دین کا قائم کردہ ایک بہترین منظم انتظام ہے جس کی اہمیت وافادیت سب کے سامنے ہے، اور اس نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی، گویا کہ یہ دین کے لیے ایجاد ہیں، دین میں ایجاد نہیں ہیں۔ اور پھر تبلیغی جماعت میں دین سیکھنا بھی ہے، دین سکھانا بھی ہے، اپنی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا کرنا بھی ہے، اللہ کے راستے میں نکلنا بھی ہے، دین کی اشاعت کے لیے در در پھرنا بھی ہے؛ یہ تمام وہ امور ہیں جن سے متعلق صریح آیات واحادیث وارد ہیں، اگر ان کے لیے مدارس کی طرح ایک منظم نظام مرتب کر دیا جائے تو اس میں حرج ہی کیا ہے بلکہ منظم طریقے سے کام بہتر انداز میں ہو سکتا ہے۔

جبکہ جشنِ میلادالنبی ﷺ جیسے امور تو براہِ راست دین سمجھے جاتے ہیں، عبادت سمجھے جاتے ہیں، بلکہ عشقِ رسالت اور دینداری کا معیار قرار دیے جاتے ہیں، نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہے، ان کو طعنے دیے جاتے ہیں اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام صورتحال اس بات کی شاہد ہے کہ یہ دین میں ایجاد کردہ کام ہے نہ کہ دین کے لیے ایجاد کردہ کام۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ بدعت کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بدعت کی تعریف اور اس کی حقیقت:

اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں، خواہ عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاحِ شرع میں ہر ایسے نو ایجاد طریقۂ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً، نہ صراحتًا نہ اشارتًا۔ بدعت کی یہ تعریف علامہ برکوی کی کتاب "الطریقۃ المحمدیۃ" اور علامہ شاطبی کی کتاب "الاعتصام" سے لی گئی ہے۔

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ عادات اور دنیوی ضروریات کے لیے جو نئے نئے آلات اور طریقے روز مرہ ایجاد ہوتے رہتے ہیں ان کا شرعی بدعت سے کوئی تعلق نہیں کیوں کہ وہ بطورِ عبادت اور بنیتِ ثواب نہیں کیے جاتے، یہ سب جائز اور مباح ہیں، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کے مخالف نہ ہوں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو عبادت آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً، صراحتًا یا اشارتًا؛ وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی۔

نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس کام کی ضرورت عہدِ رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوگئی، وہ بھی بدعت میں داخل نہیں، جیسے مروّجہ مدارسِ اسلامیہ اور تعلیمی تبلیغی انجمنیں اور دینی نشر واشاعت کے ادارے اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے صرف و نحو اور ادبِ عربی اور فصاحت وبلاغت کے فنون، یا مخالفِ اسلام فرقوں کا ردّ کرنے کے لیے منطق اور فلسفہ کی کتابیں یا جہاد کے لیے

جدید اسلحہ اور جدید طریقۂ جنگ کی تعلیم وغیرہ کہ یہ سب چیزیں ایک حیثیت سے عبادت بھی ہیں، اور آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں موجود بھی نہ تھیں، مگر پھر بھی ان کو بدعت اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ ان کا سبب، داعی اور ضرورت اس عہدِ مبارک میں موجود نہ تھی، بعد میں جیسی جیسی ضرورت پیدا ہوتی گئی علمائے امت نے اس کو پورا کرنے کے لیے مناسب تدبیریں اور صورتیں اختیار کر لیں۔(جواہر الفقہ 1/ 458)

اِحداث فی الدّین اور اِحداث للدّین کی تفصیل:

اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں نہ اپنی ذات میں عبادت ہیں، نہ کوئی ان کو اس خیال سے کرتا ہے کہ ان میں زیادہ ثواب ملے گا، بلکہ وہ چیزیں عبادت کا ذریعہ اور مقدمہ ہونے کی حیثیت سے عبادت کہلاتی ہیں، گویا یہ اِحداث فی الدین نہیں بلکہ اِحداث للدین ہے، اور احادیث میں ممانعت احداث فی الدین کی آئی ہے، احداث للدّین کی نہیں، یعنی کسی منصوص دینی مقصد کو پورا کرنے کے لیے بضرورتِ زمان ومکان کوئی نئ صورت اختیار کرلینا ممنوع نہیں۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن کاموں کی ضرورت عہدِ رسالت میں اور زمانِ مابعد میں یکساں ہے ان میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں اس کو بدعت کہا جائے گا اور یہ ازروئے قرآن وحدیث ممنوع وناجائز ہوگا، مثلاً درود وسلام کے وقت کھڑے ہو کر پڑھنے کی پابندی، فقراء کو کھانا کھلا کر ایصالِ ثواب کرنے کے لیے کھانے پر مختلف سورتیں پڑھنے کی پابندی، نماز باجماعت کے بعد پوری جماعت کے ساتھ کئی کئی مرتبہ دعا مانگنے کی پابندی، ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ چہلم وغیرہ کی پابندی، رجب وشعبان وغیرہ کی متبرک راتوں میں خود ایجاد قسم کی نمازیں اور ان کے لیے چراغاں وغیرہ، اور پھر ان خود ایجاد چیزوں کو فرض وواجب کی طرح سمجھنا، ان میں شریک نہ ہونے والوں پر ملامت اور لعن طعن کرنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ درود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصالِ ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا؛ یہ سب چیزیں عبادات ہیں، ان کی ضرورت جیسے آج ہے ایسے ہی عہدِ صحابہ میں بھی تھی، ان کے ذریعہ ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہو سکتا ہے، رسول کریم ﷺ اور

آپ کے صحابہ کرام کو ان سب سے زائد تھا، کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرام سے زائد ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟؟ حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تَعَبَّدُوهَا؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَنَحْوُهُ لِابْنِ مَسْعُودٍ أَيْضًا۔ یعنی جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں، اے مسلمانو! خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ 1/ 458)

بدعتِ حسنہ اور سَیِّئَہ کی حقیقت:

بہت سے حضرات جشنِ عید میلاد النبی ﷺ کو جواز فراہم کرنے کے لیے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعتِ سیئہ یعنی بری بدعت، اور بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت، چوں کہ ہم ثواب ہی کا کام کر رہے ہیں تو یہ بدعتِ حسنہ ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔ یہ واضح غلط فہمی ہے کیوں کہ لغت کے اعتبار سے چوں کہ بدعت کا مفہوم عام ہے کہ ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں چاہے اچھی ہو یا بری، لیکن شریعت کی نظر میں جن چیزوں کو بدعت کہا جاتا ہے اُن میں سے کوئی بھی چیز اچھی نہیں ہوتی بلکہ سبھی بری ہوتی ہیں، اس لیے بدعتِ حسنہ اور سیئہ کی تقسیم لغت کے اعتبار سے تو درست ہو سکتی ہے لیکن شریعت کی نظر میں ہر گز درست نہیں ہو سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کی جماعت سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان کہ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، یہ لغت کے اعتبار سے تھا، نہ کہ شریعت کے اعتبار سے۔

چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صحیح حدیث میں ہے: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ، یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصطلاحِ شرع میں ہر بدعت سیّئہ اور گمراہی ہے، کسی بدعتِ اصطلاحی

کو بدعتِ حسنہ نہیں کہا جاسکتا، البتہ لغوی معنی میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اس اعتبار سے ایسی چیزوں کو بدعتِ حسنہ کہہ دیتے ہیں جو صریح طور پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نہیں تھیں، بعد میں کسی ضرورت کی بنا پر ان کو اختیار کیا گیا، جیسے آج کل کے مدارسِ اسلامیہ اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون کہ دراصل بنیاد تعلیم اور درس اور مدرسہ کی تو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، آپ نے خود فرمایا: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا'' یعنی میں تو معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن جس طرح کے مدارس کا قیام اور ان میں جس طرح کی تعلیم آج کل بضرورتِ زمانہ ضروری ہوگئی، آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے عہد میں اس کی ضرورت نہ تھی، آج ضرورت پیش آئی تو اِحیائے سنت کے لیے اس کو اختیار کیا گیا، جو تعریف بدعت کی اوپر لکھی جاچکی ہے اس کی رو سے ایسے اعمال بدعت میں داخل نہیں لیکن لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی ان کو بدعت کہہ دے تو بدعتِ حسنہ ہی کہا جائے گا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی یکجا جماعت کو دیکھ کر اس معنی کے اعتبار سے فرمایا: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هَذِهِ، یعنی یہ بدعت تو اچھی ہے، کیونکہ ان کو اور سب کو معلوم تھا کہ تراویح رسول اللہ ﷺ نے خود پڑھی اور پڑھائی اور زبانی اس کی تاکید کی، اس لیے حقیقتاً اور شرعاً تو اس میں بدعت کا کوئی احتمال نہ تھا، البتہ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک خاص عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت کا ایسا اہتمام نہ کیا گیا تھا جو بعد میں حضور ہی کی تعلیم کے مطابق کیا گیا، اس لیے ظاہری اور لغوی طور پر یہ کام بھی نیا تھا، اس کو نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ فرمایا۔ بدعتِ حسنہ کا اس سے زیادہ کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: مَنْ أَحْدَثَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔ [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (اعتصام 1/ 48)

فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد یا بعض بزرگوں کے ایسے کلمات کی آڑ لے کر طرح طرح کی بدعتیں بدعتِ حسنہ کے نام سے ایجاد کرنے والوں کے لیے اس میں کوئی وجہِ جواز نہیں ہے، بلکہ جو چیز اصطلاحِ شرع میں

بدعت ہے وہ مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ بدعات میں پھر کچھ درجات ہیں، بعض سخت حرام قریب شرک کے ہیں، بعض مکروہ تحریمی، بعض تنزیہی۔'' (جواہر الفقہ 6/ 465)

وضاحت:

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حوالے سے جو باتیں ذکر کی گئیں یہ انھی کے افادات پر مشتمل کتاب ''دین و شریعت کی بنیادیں اور فقہی اصول و ضابطے قرآن کی روشنی میں'' سے لی گئی ہیں، جس کے مرتب حضرت مولانا محمد زید ندوی صاحب دام ظلہم ہیں۔

بدعت کی مذمت:

احادیث میں بدعت کی شدید مذمت آئی ہے، ذیل میں اس سے متعلق تین روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ (نئی بات) مردود (یعنی ناقابلِ اعتبار اور قابلِ رد) ہے۔

- صحیح البخاری میں ہے:

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

2۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے دین میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، فرشتوں کی لعنت ہو اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٥٣٢- مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا أَوْ آوَى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

3۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت اختلافات دیکھیں گے، اس لیے (میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ) تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے اسی کے مطابق ہر کام میں عمل کرو، نئے

نئے طریقوں سے بچتے رہو، کیونکہ دین میں نئی پیدا کی ہوئی ہر چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

- سنن ابی داود میں ہے:

٤٦٠٩- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ: حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ: حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو السُّلَمِيُّ وَحُجْرُ بْنُ حُجْرٍ قَالا: أَتَيْنَا الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ وَهُوَ مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ: (وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ) فَسَلَّمْنَا وَقُلْنَا: أَتَيْنَاكَ زَائِرِينَ وَعَائِدِينَ وَمُقْتَبِسِينَ، فَقَالَ الْعِرْبَاضُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَأَنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا؟ فَقَالَ: «أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُورِ؛ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلالَةٌ».

واضح رہے کہ بدعت کی مذمت اور قباحت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ:

- بدعت ایک سنگین گناہ ہے۔
- بدعت دین اسلام کے مد مقابل ایک خود ساختہ متوازی دین ہے۔
- بدعت دینِ اسلام پر ایک بہتان بھی ہے کہ بدعت کی صورت میں دین کی طرف وہ بات منسوب کی جارہی ہے جو کہ دین ہے ہی نہیں۔
- بدعت سنت کا مقابلہ بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تو سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے جبکہ بدعت کا مرتکب سنت کو ترک کر کے بدعت پر عمل پیرا رہتا ہے۔
- بدعت دین میں تحریف کا راستہ کھول دیتی ہے جس سے رفتہ رفتہ دین کا حلیہ مسخ ہو جاتا ہے۔
- بدعت صحابہ پر عدمِ اعتماد کا نام ہے کہ گویا کہ انھوں نے ہم تک مکمل دین نہیں پہنچایا۔۔۔ معاذ اللہ

بدعت کی مذمت سے متعلق امام مالک رحمہ اللہ کا اہم ترین ارشاد:

حضرت امام مالک رحمہ اللہ بدعت کی سنگینی سے متعلق فرماتے ہیں کہ: جس شخص نے دین میں کوئی نئی بدعت ایجاد کی اور اس کو اچھا سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ۔۔ معاذاللہ۔۔ حضور اقدس ﷺ نے رسالت میں خیانت کی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے۔‘‘ تو جو بات اُس وقت دین نہ تھی وہ آج بھی دین نہیں ہوسکتی۔

- الاعتصام للامام الشاطبی رحمہ اللہ:

قَالَ ابْنُ الْمَاجِشُونِ: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ خَانَ الرِّسَالَةَ؛ لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) [المائدة: ٣]، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِينًا فَلَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا. (الْأَدِلَّةُ مِنَ النَّظَرِ عَلَى ذَمِّ الْبِدَعِ)

بدعت کی اقسام:

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

- بدعت فی العقیدہ: یعنی اسلام اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی نیا عقیدہ ایجاد کرنا۔
- بدعت فی العمل: یعنی دین میں کوئی نیا عمل ایجاد کرنا۔

پھر حکم کے اعتبار سے بدعت کی متعدد قسمیں ہیں کہ بدعت کبھی تو کفر تک لے جاتی ہے، کبھی اسلام سے تو خارج نہیں کرتی البتہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کرکے گمراہ کردیتی ہے، جبکہ کبھی وہ بدعت فاسق بنادیتی ہے۔

بدعت کی صورتیں:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دین میں کوئی نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں، یہ بدعت چاہے عقیدے کی صورت میں ہو یا عمل کی صورت میں۔ ذیل میں اس کی مزید تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ اس کی

متعدد صورتیں سامنے آجائیں اور بدعت کی حقیقت واضح ہو سکے:

1۔ دین میں اسلام یا اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف کوئی عقیدہ ایجاد کرنا بدعت ہے۔

2۔ دین میں کوئی نئی عبادت ایجاد کرنا بدعت ہے، جیسے ایصالِ ثواب کے نام پر مروّجہ اجتماعی قرآن خوانی، جشنِ عید میلاد النبی ﷺ، اذان سے پہلے مروجہ درود وسلام کہنا، وغیرہ۔

3۔ شریعت نے جس عمل کو عام رکھا ہو اس کو خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی عمل مخصوص نہیں، بلکہ ہر نیک عمل کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو صرف دیگیں پکانے یا اجتماعی قرآن خوانی وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے حتی کہ ان کو لازم بھی سمجھتے ہیں۔

4۔ شریعت نے جس عمل کو کسی دن کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ اس کو عام رکھا ہو اس کو کسی دن کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے جیسے شریعت میں ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مخصوص نہیں، بلکہ سال بھر میں کسی بھی دن ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے، لیکن آجکل بہت سے لوگوں نے اس کو سوئم، تیجہ، جمعہ، چالیسواں اور برسی یا محرم، رجب وغیرہ کے ساتھ خاص کر رکھا ہے اور اس کو اہتمام بھی بہر صورت کیا جاتا ہے اور جو اس کو غلط کہے اس پر طعن وملامت کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضور اقدس حبیبِ خدا ﷺ کے ذکر مبارک کو ماہِ ربیع الاوّل کے ساتھ خاص کرنا۔

5۔ شریعت نے جس عمل کا جو درجہ مقرر کر رکھا ہے اس کو اس درجے سے بڑھانا یا گھٹانا بدعت ہے، جیسے مستحب عمل کو واجب قرار دینا بدعت ہے، یا واجب عمل کو مستحب قرار دینا بدعت ہے، یا جائز عمل کو لازم قرار دینا بدعت ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

6۔ شریعت نے جو عمل انفرادی مقرر کیا ہو اس کے لیے اجتماعیت کا اہتمام اور التزام بدعت ہے، جیسے چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جماعت کی ادائیگی کا اہتمام بدعت ہے۔

بدعت کے اسباب:

بدعت ایجاد کرنے کے متعدد اسباب اور وجوہات ہوتی ہیں، جیسے:

- شریعت کی تعلیمات سے ناواقفیت اور جہالت۔
- خواہشات کی اتباع۔
- قومی، علاقائی، جماعتی یا فرقہ وارانہ تعصب اور ضد۔
- کفار کی مشابہت۔

بدعات اور رسومات کی آلودگی سے متاثر ہونے والی چند عبادات:

ذیل میں بطورِ مثال چند ایسی عبادات اور نیکیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں بہت سی بدعات اور غیر شرعی باتیں آچکی ہیں، جس کی وجہ سے یہ اہم عبادات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہیں:

- تعزیت جیسی اہم عبادت میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- میت کے لواحقین کے لیے کھانا بھیجنے میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- ایصالِ ثواب کے نام پر رائج ہونے والی بدعات۔
- صدقہ جیسی اہم عبادت میں رائج ہونے والی بدعات۔
- ذکر اور درود وسلام میں شامل ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حضور اقدس ﷺ کے ذکر مبارک کے نام پر رائج ہونے والی بدعات ورسومات۔
- حج اور عمرہ میں سرانجام دیے جانے والے خود ساختہ طریقے۔
- میت کے کفن دفن میں سرانجام دیے جانے والی غیر شرعی باتیں۔
- حمد ونعت خوانی میں شامل ہونے والی خُرافات۔

الغرض لوگوں نے بہت سی عبادات میں اپنی طرف سے بدعات ورسومات داخل کردی ہیں بلکہ عبادت کے نام

پر بہت سی بدعات ور سومات ایجاد کرلی ہیں، اس لیے نیکی بھی کرتے ہیں تو وہ بھی خدا کو ناراض کرکے، گویا کہ جو نیکی اللہ کو راضی کرنے کے لیے تھی آج شریعت کی تعلیمات کے مطابق انجام نہ دینے کی وجہ سے وہ نیکی اللہ کی ناراضگی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

بدعت کے نقصانات:

بدعت کے بہت سے نقصانات ہیں، جیسے:

- شریعت کی خلاف ورزی۔
- سنت طریقے کو ترک کرنا۔
- بدعات ورسومات کو قوت پہنچانا۔
- مال کا ضیاع۔
- گناہ کا ارتکاب۔
- اللہ تعالیٰ کی ناراضگی۔
- اس عمل کا بے فائدہ ہونا، بلکہ ثواب کی بجائے گناہ ملنا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق کے حقیقی تقاضے

فہرست:

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق کے حقیقی تقاضے:

یاد رکھیے کہ عشق کا حقیقی تقاضا یہ ہوتا ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی مکمل پیروی کرے، اس کی کامل اطاعت کرے، اس کی اطاعت سے ذرہ برابر بھی اِعراض نہ کرے۔ یہی حال حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا بھی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ:

- حضور اقدس ﷺ کی محبت اپنے دل میں ساری دنیا کی محبت سے بڑھ کر رکھے، خدا کے بعد محبت کا حقیقی حق حضور اقدس ﷺ کا ہے، اس لیے اپنی جان، مال، اولاد اور والدین بلکہ سارے جہاں کی محبت سے زیادہ حضور اقدس ﷺ کی محبت ہمارے دل میں ہونی چاہیے۔
- حضور اقدس ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرے، اس کو ذہن نشین کرے، دل ودماغ اور زبان پر حضور اقدس ﷺ کی سیرت کے تذکرے بسائے، اور اس کو سارے جہاں میں عام کرنے کی کوشش کرے کیوں کہ ایک عاشق صادق یہی چاہتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے محبوب کا دیوانہ ہے تو سارا جہاں بھی اسی کا دیوانہ ہو جائے!!
- حضور اقدس ﷺ کی سیرت کو اپنی زندگی میں لانے کی بھرپور کوشش کرے۔
- حضور اقدس ﷺ کی کامل اِطاعت کرے، ان کی تعلیمات اور سنتوں کے مطابق زندگی گزارے اور کوئی بھی کام حضور اقدس ﷺ کی منشا کے خلاف نہ کرے۔
- حضور ﷺ کی سنت سے محبت کرے، اور بدعات ورسومات سے بالکلیہ اجتناب اور نفرت کرے۔
- حضور اقدس ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے، جب ان کا ذکر آئے تو درود بھیجنے کا اہتمام کرے، شب وروز میں کم از کم 100 بار تو درود شریف کا اہتمام ہونا ہی چاہیے۔
- حضور اقدس ﷺ کی تعظیم اور ان کے آداب کا ہر آن لحاظ رکھے۔
- جس دین کے لیے حضور ﷺ مبعوث فرمائے گئے اس کو سیکھنے اور اس کی اشاعت میں حصہ لے۔

اس سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ عشق تو کامل اِطاعت کا نام ہے، حضور اقدس ﷺ کی اطاعت کیے بغیر

ان کی محبت کا دَم بھرنا محض ایک کھوکھلا دعویٰ ہے جو کہ عند اللہ قبولیت نہیں پا سکتا۔

حضور اقدس ﷺ کے اپنے اُمّتی پر حقوق:

ایک امتی پر حضور اقدس ﷺ کے یہی حقوق ہیں جو ما قبل میں ’’حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق کے حقیقی تقاضے‘‘ کے تحت بیان ہوئے، اس لیے ہر امتی کو ان حقوق کی ادائیگی کی بھرپور فکر کرنی چاہیے۔

ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل وبرکات حاصل کرنے کا طریقہ:

ماہِ ربیع الاوّل کے فضائل وبرکات حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ما قبل میں ’’مؤمن کا ہر لمحہ ربیع الاوّل ہے‘‘ اور ’’حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق کے حقیقی تقاضے‘‘ کے عنوان سے جو تفصیلات بیان ہوئیں ان کے مطابق عمل کیا جائے، یہی حضور اقدس ﷺ کی محبت کا حق ہے، ان تعلیمات پر عمل کیے بغیر محض زبانی باتوں اور دعووں سے اس ماہ کے فضائل وبرکات نصیب نہیں ہو سکتے۔

ماہِ ربیعُ الاوّل
میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے کا حکم

- ماہِ ربیع الاوّل میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے کا حکم۔
- ماہِ ربیع الاوّل کی بدعات پر مشتمل کھانے پینے کا شرعی حکم۔

ماہِ ربیع الاوّل میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے کا حکم:

ماہِ ربیع الاوّل میں رائج بدعات ورسومات میں سے ایک غیر شرعی عمل یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ماہِ ربیع الاول خصوصًا 12 تاریخ کو سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلاتے ہیں، حلوہ، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں، اس کو بہت بڑے اجر وثواب کا باعث سمجھتے ہیں اور اس کے خود ساختہ فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ سب کچھ شریعت کے مزاج سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ ہم بدعات کو بھی نیکی سمجھنے لگتے ہیں اور ہمیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ہم نیک کام کررہے ہیں یا گناہ کمارہے ہیں!!

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تر چیزیں بدعات کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ اگر ماہِ ربیع الاوّل خصوصًا 12 تاریخ کو یہ کھانے پینے کی چیزیں اس لیے تقسیم کی جاتی ہیں کہ یہ عید کا موقع ہے اور عید کے موقع پر خوشی ہونی چاہیے، تو واضح رہے کہ جب عید میلاد کا تصور ہی شریعت کے خلاف ہے تو اسی کی بنیاد پر انجام دیے جانے والے تمام اعمال غیر شرعی ہوں گے، اس لیے اس کی ممانعت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن وسنت اور خیر القرون جیسے مبارک زمانوں سے یہ چیزیں ثابت نہیں جو آج عشق نبوی اور دین کے نام پر اپنائی جاتی ہیں۔

2۔ اگر ماہِ ربیع الاوّل خصوصًا 12 تاریخ کو یہ کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے سے مقصود صدقہ دینا ہے تو واضح رہے کہ صدقہ تو سال بھر میں کسی بھی دن دیا جاسکتا ہے، اور صدقہ میں کوئی بھی جائز چیز دی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے مہینہ یا دن خاص کرنا یا صدقہ میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف اور بدعت ہے۔ یہ شریعت کا ایک اہم اصول ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

3۔ اگر ماہِ ربیع الاوّل خصوصًا 12 تاریخ کو یہ کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرنے سے مقصود حضور اقدس ﷺ کے لیے ایصالِ ثواب ہے تو واضح رہے کہ ایصال ثواب کے لیے نہ تو کوئی دن یا مہینہ خاص ہے، اور نہ ہی کوئی

کھانے پینے کی چیز تقسیم کرنا ضروری ہے، بلکہ ایصالِ ثواب تو کسی بھی نیک عمل کا کیا جاسکتا ہے، اس لیے ایصالِ ثواب کے لیے بھی مہینہ یا دن خاص کرنا یا ایصال ثواب میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

ماہِ ربیع الاوّل کی بدعات پر مشتمل کھانے پینے کا شرعی حکم:

ماہ ربیع الاوّل میں عموماً بہت سے گھروں میں عید میلاد کی بدعات پر مشتمل کھانے پینے کی چیزیں آتی رہتی ہیں یا گلی کوچوں اور راستوں میں ان چیزوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، اس لیے شرعی اعتبار سے ان چیزوں کے کھانے پینے کا تفصیلی حکم سمجھنا چاہیے:

1۔ شریعت ہر مسلمان سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ سنت و شریعت کی پیروی کرتے ہوئے بدعات سے خود بھی اجتناب کرے اور دوسروں کو بھی بدعات ترک کرنے کی ترغیب دے۔

2۔ اسی طرح ہر وہ کام جس سے بدعات کی ترویج، اشاعت اور حوصلہ افزائی ہوتی ہو اس سے بھی مکمل اجتناب کرے، کیوں کہ یہ بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے بدعات پر مشتمل مجالس یا کاموں کے لیے چندہ دینا، کسی بھی قسم کا تعاون کرنا، ان کی تعریف کرنا، ان کے لیے دعوت یا مہم چلانا، ان میں شرکت کرنا یا اس طرح کا کوئی بھی کام کرنا جس سے بدعات کو تقویت ملے؛ یہ سب شریعت کے خلاف ہے۔ واضح رہے کہ شریعت کا مزاج بدعات کی حوصلہ شکنی کا ہے۔

3۔ اس لیے ماہِ ربیع الاوّل کی بدعات پر مشتمل مجالس اور کھانے پینے کے مقامات میں شریک ہونا ناجائز ہے کیوں کہ اس سے بدعات کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کو قوت اور رواج میسر آتا ہے۔

4۔ البتہ اگر کوئی شخص ان بدعات پر مشتمل یہ کھانا پینا کسی کے ہاں بھیج دے تو ایسی صورت میں مسئلہ واضح رہے کہ اگر حرام ہونے کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو تو محض بدعت ہونے کی وجہ سے وہ کھانا پینا اپنی ذات میں حرام نہیں ہو جاتا، البتہ کوشش یہی کی جائے کہ اسے وصول ہی نہ کیا جائے اور ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے، یا اگر وصول ہی کرنا پڑے تب بھی ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق

نہیں اور نہ ہی ہم اس کے قائل ہیں، وصول کرنے کی صورت میں اس کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہوئے کسی غریب کے ہاں بھیج دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ بدعات کی نفرت دل میں برقرار رہے اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور جب لینے والے نہ رہیں گے تو دینے والے خود بخود یہ بدعات ترک کردیں گے، البتہ اگر خود ہی کھالیا جائے تو حرام نہیں بشرطیکہ حرام ہونے کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو، البتہ اجتناب کرنے ہی میں احتیاط ہے، خصوصًا وہ شخص تو خصوصی اجتناب کرے جو کہ مقتدیٰ ہو اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہوں تاکہ بدعات کا خاتمہ ہو سکے۔ البتہ اگر کسی نے حرام مال سے یہ کھانا پینا تیار کیا ہے یا غیر اللہ کی نذر و نیاز کی نیت سے کوئی جانور ذبح کرکے تیار کیا ہے تو اس کا حرام ہونا واضح ہے، اور جہاں ماحول اور افراد کی اعتقادی حالت کی وجہ سے پہچان نہ ہوتی ہو اور اس پہلو کا امکان ہو تو وہاں بھی وصول نہ کرنے ہی میں احتیاط ہے۔

5۔ جو شخص صحیح العقیدہ مسلمان ہے اور اس کے ہاں سے عام ایام میں بھی کھانے پینے کی چیزیں گھر آتی رہتی ہیں اور وہ ماہِ ربیع الاوّل خصوصًا 12 تاریخ کو بھی ایسی کوئی چیز بھیجے اور یہ کہے کہ میں نے کسی بھی غلط نظریے سے نہیں بھیجی ہے تو اس کا کھانا بالکل درست ہے البتہ بھیجنے والا کوشش یہ کرے کہ بدعات کے خاتمے کے لیے خصوصًا 12 تاریخ کو یہ اہتمام نہ کرے تو اچھا ہے۔

(تفصیل ملاحظہ فرمائیں: ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم، فتاویٰ عثمانی ودیگر کتب)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی